پچھلے دنوں برادر مکرم مولانا محمد حفظ الرحمٰن نے کانگرس اسمبلی پارٹی اور دستور ساز اسمبلی میں زبان کے مسئلہ پر جو بلند پایہ تقریر کی ہے اس کا ذکر اخبارات میں آچکا ہے آئینی حیثیت سے اگرچہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا لیکن یہ واقعہ ہے کہ حقائق کے اظہار اور دلائل کے اعتبار سے یہ تقریر انڈین یونین کی مجلس دستور ساز کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی اس کی اخلاقی فتح یہ ہی کچھ کم نہیں ہے کہ اس نے ہندی کے ایک زبردست حامی ہندو ممبر سے جو مولانا کی تقریر سن کر اس درجہ چراغ پا ہو گئے تھے کہ وزیر اعظم اور صدر اسمبلی دونوں کو انھیں متنبہ کرنا پڑا۔ صاف لفظوں میں یہ اقبال کرنا پڑا کہ بیشک اس وقت اکثریت تقسیم ہند کے زیر اثر اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے مولانا اور ان کے ہم خیال ابھی دو تین برس ٹھہریں پھر اردو فارسی بھی ہوگی اور اس کا رسم الخط بھی ہوگا

کوئی حق بات جب بھی کہی جائے اور جس انداز میں کہی جائے بہرحال لائق قدر اور قابل ستائش ہے اس لئے سچ یہ ہے ہمارے دل میں اس ہندو بھائی کی اس بیساختہ حق گوئی کا بڑا احترام ہے کوئی شخص اگر غصہ میں کوئی کام کر رہا ہے اور یہ جانتے ہوئے کر رہا ہے کہ غصہ کی وجہ سے وہ اپنے آپے میں نہیں ہے تو اس سے یہ توقع بیجا نہیں ہے کہ وہ غصہ فرو ہونے کے بعد ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوگا اور اس وقت اگر ممکن ہوا تو تلافی مافات کی سعی کریگا۔ رہا دو تین سال کا انتظار! تو اس کی نسبت ہم اردو کے قدردانوں کی طرف سے اتنا ہی کہہ سکتے ہیں

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

پچھلے دنوں انگریزی اخبار اسٹیٹسمین کے مراسلات کے کالم میں ایک ہندو نامہ نگار کا خط زبان کے مسئلہ پر چھپا تھا اس نامہ نگار نے بھی اس بارہ میں ایک دلچسپ نکتہ پیدا کیا ہے وہ کہتا ہے یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا ہے نہ کہ قومی اور نیشنل زبان، اس بنا پر جہاں تک سرکاری کاغذات کا تعلق ہے ان میں ہندی استعمال ہوگی لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان بیسیوں زبانوں کا ملک ہے اس لیے یہاں کی ہر زبان نیشنل زبان ہے اور حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان سب زبانوں کی ترقی ترویج اور اشاعت کی کوشش کرے اور ان سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرے۔

بہر حال اب بحث و گفتگو اور ردّ و کد کا وقت گذر گیا۔ اور یہ بھی اچھا ہوا کہ ہندوستانی کا پردہ درمیان سے اُٹھ گیا اب اُردو کے حامیوں کو جو کچھ کرنا ہے وہ صاف اور کھلے طریقہ پر اُردو کے نام سے کرنا چاہئے۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور اب پھر لکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں سب سے بڑی ذمہ داری مسلمانوں پر عاید ہوتی ہے۔ اس زبان کی ایجاد اگرچہ مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں ہوئی لیکن یہ عجیب و غریب حقیقت ہے کہ اس کی ترقی و اشاعت اور اس کا بناؤ سنگار، حسین و دلکش تراش خراش اور اس کی آرائش و زیبائش یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب کہ مسلمان حکومت سے محروم ہو چکے تھے اور ان پر ایک ہمہ گیر ادبار چھایا ہوا تھا پھر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اس زبان نے اپنی رعنائی سے ان علاقوں کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا جو اس کے خاص وطن کے شمال و جنوب میں دور دراز کی مسافتوں پر واقع تھے۔ آج بلا خوف تردید اس بات کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی بین الصوبجاتی زبان اگر کوئی ہے تو وہ صرف اردو ہے اس زبان کو سمجھنے اور بولنے والے آپ کو یوپی کے علاوہ دوسرے صوبوں کے لوگ بھی ملیں گے۔ لیکن کوئی اور زبان ایسی نہیں ہے کہ اس کو اس کے صوبہ کے لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی سمجھتے یا بول سکتے ہوں اردو کے فلم ہر صوبہ میں چلتے ہیں اور لوگ اس سے لطف اُٹھاتے ہیں لیکن کسی اور صوبائی زبان کا فلم اس کے علاوہ کسی اور صوبہ میں نہیں چل سکتا۔

بہر حال اُردو زبان کی یہ جاذبیت اور اس کی فطری دلکشی اس بات کی ضامن ہے کہ حالات کے مخالفت کے باوجود اتقاء اصلح کے قانون کے مطابق یہ زبان قائم و برقرار رہے گی اور پھلے پھولے گی۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس زبان کے علمبردار۔ ہمت۔ حوصلہ ایثار اور بلند نظری سے کام لیں اور اس کو زندہ رکھنے کے لئے جن کوششوں کی ضرورت ہے ان سے پہلو تہی نہ برتیں۔